

ہماری کورات بھرنید نہیں آئی۔ نیم کے پیر تلے اپنی بانس کی چادر پائی پر پڑا بار بار تاروں کی طرف دیکھتا تھا۔ گائے کے لئے ایک ناند گاڑنی ہے اُس کی ناند بیلوں سے الگ رہے تو اچھا ہو ابھی تو رات کو باہر ہی رہے گی۔ لیکن جو امیں اُس کے لئے کوئی دوسری جگہ ٹھیک کرنا ہوگی۔ باہر لوگ نظر لگا دیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایسا ٹونا ٹونکا کر دیتے ہیں کہ گائے کا دودھ ہی سوکھ جاتا ہے۔ ٹھن میں ہاتھ ہی نہیں لگانے دیتی، لات مارتی ہے۔ نہیں، باہر باندھنا ٹھیک نہیں اور باہر ناند ہی کون گاڑنے دے گا؟ کارندہ صاحب بخر (نذر) کے لئے منہ پھیلا میں گے، چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے صاحب کے پاس پھیر یاد (فریاد) لے کر جانا تو ٹھیک نہیں اور کارندے آگے میری سنتا ہی کون ہے؟ اُن سے کچھ کہوں تو کارندہ بیری بن جائے، پانی میں رہ کر مکر سے بیر کرنا نادانی ہے۔ اندر ہی باندھوں گا۔ آنگن ہے تو چھوٹا پر ایک جھونپڑی ڈال لینے سے کام چل جائے گا۔ ابھی پہلا ہی بیانا ہے۔ پانچ سیر سے کم دودھ نہ دے گی۔ سیر بھر تو گو بڑی کو چاہئے۔ روپیا دودھ دیکھ کر بیسی لپجاتی رہتی ہے، اب پئے جتنا چاہے ابھی بھی دو چار سیر مالکوں کو بھی دے آیا کروں گا۔ کارندہ صاحب کی پوجا بھی کرنی ہی ہوگی اور بھولا کے روپے بھی دے دینا چاہئے۔ سگائی کے ڈھکوسلے میں اُسے کیوں ڈالوں؟ جو آدمی اپنے اوپر اتنا بسواس کرے اُسے

دھوکا دینا نیچوں کا کام ہے۔ اسی روپے کی گائے میرے بسواس پرے دی ہے، نہیں یہاں تو ایک پیسے کو نہیں پتیا تا۔ سن میں کیا کچھ ملے گا؟ اگر پیسے روپے بھی دے دوں تو بھولا کو ڈھارس ہو جائے۔ دھنیا سے ناک (ناحق) بتلادیا، چیکے سے گائے لاکر باندھ دیتا تو چکر جاتی۔ لگتی پوچھنے کہ کس کی گائے ہے۔ کہاں سے لائے ہو؟ کھوب (خوب) دک (دق) کر کے بتاتا، پر جب پیٹ میں بات کچے بھی، کبھی دو چار پیسے آجاتے ہیں انھیں بھی تو نہیں چھپا سکتا اور یہ اچھا بھی ہے۔ اسے گھر کی چننا رہتی ہے اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ ان کے پاس بھی پیسے رتے ہیں تو پھر کھرے (خمرے) بھارنے لگے۔ گوہر کچھ اسی ہے، نہیں تو گنوں کی ایسی سیوا کرتا جیسی چاہئے۔ اسی والسی کچھ نہیں ہے، اس عمر میں کون اسی نہیں ہوتا؟ میں بھی دادا کے سامنے مٹر کشتی کیا کرتا تھا، بیچارے پھر رات سے کربنی کاٹنے لگتے، کبھی دوارے پر جھاڑو لگاتے، کبھی کھیت میں کھاڈا لیتے، میں پڑا سوتا رہتا، کبھی جگا دیتے تو میں بگڑ جاتا اور گھر چھوڑ کر بھاگ جانے کی دھمکی دیتا۔ لڑکے جب اپنے ماں باپ کے سامنے بھی جندگی (زندگی) کا تھوڑا سا سکھ نہ پائیں گے تو پھر جب سر پڑ گئی تو کیا پائیں گے؟ دادا کے مرتے ہی کیا میں نے گھر نہیں سنبھال لیا؟ سارا گاؤں ہی کہتا تھا کہ مودی گھر بگاڑ دے گا لیکن سر پر بوجھ پڑتے ہی میں نے ایسا چولا بدل لاکہ لوگ دیکھتے رہ گئے۔ سو بھیا اور تیرا الگ ہی ہو گئے نہیں آج اس گھر کی اور بات ہوئی۔ تین ہل ایک ساتھ چلتے تھے، اب تینوں الگ الگ چلتے ہیں سب سے کا پھر ہے، دھنیا کا کیا دوکھ تھا؟ بیجاری جب سے گھر میں آئی کبھی تو چین سے نہ بیٹھی، ڈولی سے اُترتے ہی سارا کام

سر پر اٹھالیا۔ اماں کو پاں کی طرح پھیرتی رہتی ہے، جس نے گھر کے پیچھے اپنے کو مٹا دیا وہ اگر دیوارنیوں سے کام کرنے کو کہتی تھی تو کیا برا کرتی تھی؟ آخر اسے بھی تو کچھ آرام ملنا چاہئے، پر بھاگ میں آرام نکھا ہوتا تب تو ملتا۔ تب دیواروں کے لئے مرنی تھی اب اپنے بچوں کے لئے مرنی ہے وہ انہی سیدھی، مکھور (غموار) بے چھل کپٹ کی نہ ہوتی تو آج سوچا اور ہیرا جو مونچھوں پر تاؤ دیتے پھرتے ہیں، کہیں بھیک مانگتے ہوتے۔ آدمی کتنا مطلبی ہوتا ہے! جس کے لئے مروہی بیر بن جاتا ہے۔ ہواری نے پھر لوب کی طرف دیکھا۔ سایا (شاید) سبیرا (سویرا) ہو رہا ہے گو بر کا ہے گو جا گئے لگا؟ نہیں، کہہ کے تو یہی سویا تھا کہ میں منہ اندھیرے ہی چلا جاؤں گا۔ جا کر ناند گاڑ ہی دوں، پر نہیں، جب تک گائے نہ آجائے ناند گاڑنا ٹھیک نہیں۔ کہیں بھولا بدل گئے یا اور کسی کا رین سے گائے نہ دی تو سارے گاؤں بیٹے لگا کر چلے گئے گائے لینے! پٹھے نے اتنی پھرتی سے ناند گاڑ دی جیسے اسی کی کسر تھی! بھولا ہے تو اپنے گھر کا مالک پر جب لڑ کے سیانے ہو گئے تو باپ کی کہاں چلتی ہے؟ کامتا اور جنگی اگر جائیں تو کیا بھولا اپنے من سے گائے دے دیں؟ کبھی نہیں۔

ایک ایک گو بر چونک کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا بولا "ارے یہ

تو بھور ہو گیا۔ تم نے ناند گاڑ دی دادا؟"

ہواری گو بر کے گٹھے ہوئے بدن اور چوڑے سینے کی طرف غور سے دیکھ کر اور دل میں یہ سوچتے ہوئے کہ اگر اُسے کہیں دودھ بھی ملتا تو کیسا پٹھا ہو جاتا، بولا "نہیں ابھی نہیں گاڑی، سوچا کہ کہیں نہ ملے تو ناحک (ناحق) بھد ہو"

گو بر نے تیوری چڑھا کر لے گی کیوں نہیں؟

ان کے من میں کوئی چور بیٹھ جائے تو؟

چور بیٹھے یا ڈاکو۔ گائے تو انھیں دینی ہی پڑے گی؟

گو بر نے اور کچھ نہ کہا، لاکھی کندھے پر رکھی اور چل دیا۔ ہو ری اسے جانا ہوا دیکھ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتا رہا۔ اب لڑکے کی سگائی میں دیر نہ کرنی چاہئے۔ سترھواں سال لگ گیا۔ پر کریں کیسے؟ کہیں پیسے کے بھی درس نہ ہوں۔ جب سے تینوں بھائیوں میں الگاوا ہو گیا گھر کی ساکھ جاتی رہی۔ مہتو لڑکا دیکھنے آتے ہیں پر گھر کی وسادیکھ کر منہ پھیکا کر کے چلے جاتے ہیں۔ دو ایک راجی (راضی) بھی ہوتے تو روپے مانگتے ہیں۔ دو تین سولڑکی کا دام چکائے اور اتنا ہی اوپر سے کھرج (خرچ) کرے تب جا کر بیاہ ہو۔ کہاں سے آ دیں اتنے روپے؟ اس کھلیان میں تل جاتی ہے، کھانے بھر کو بھی نہیں بچتا بیاہ کہاں سے ہو؟ اور اب تو سونا بیاہنے لاکھ (لائق) ہو گئی لڑکے کا بیاہ نہ ہوا نہ سہی۔ لڑکی کا بیاہ نہ ہوا تو ساری برادری میں ہنسی ہوگی۔ پہلے تو اسی کی سگائی کرنی ہے پیچھے دیکھا جائے گا۔

ایک آدمی نے رام رام کہا اور پوچھا "تمھاری کوٹھی میں کچھ بانس ہیں گے مہتو؟ ہو ری نے دیکھا دھری بانس والا سامنے کھڑا ہے۔ ناٹا، کالا، خوب موٹا۔ چوڑا منہ، بڑی بڑی مینچیں، سرخ سرخ آنکھیں، کمر میں بانس کاٹنے کی کٹار کھولنے ہوئے۔ سال میں ایک دو بار آکر چتیں، کرسیاں، مونڈھے، ٹوکریاں وغیرہ بنانے کے لئے کچھ بانس کاٹ لے جاتا تھا۔ ہو ری خوش ہو گیا۔ ٹٹھی گرم ہونے کی کچھ آس بندھی۔ چودھری کو

لے جا کر اپنی تینوں کوٹھیاں دکھائیں، مول بھاؤ کیا، اور کچیں روپے سینکڑے میں پچاس بانوں کا بیعانہ لے لیا۔ پھر دونوں لوٹے۔ ہوتری نے اُسے چلم پلائی، ناشتہ کرایا اور تب رمز کے بلجے میں بولا۔ ”میرے بالٹ کبھی تیس روپے سے کم میں نہیں جاتے۔ مگر تم گھر کے آدی ہو، تم سے کیا بھاؤ ناؤ کرتا؟ تمہارا وہ لڑکا جس کی سگائی ہوئی تھی، ابھی پردیس سے لوٹا کہ نہیں؟“

چودھری نے چلم کا دم لگا کر کھانتے ہوئے کہا: ”اس لونڈے کے بیچے تو مرٹا مہتو۔ جوان عورت گھر میں بیٹھی تھی اور وہ برادری کی ایک دھیری عورت کے ساتھ پردیس میں موجد کرنے چل دیا۔ بہو بھی دوسرے کے ساتھ نکل گئی۔ بڑی بری جات (ذات) ہے مہتو، کسی کی نہیں ہوتی۔ کتنا سمجھایا کہ توجو چاہے کھا، میری ناک نہ کٹا، پر کون سنتا ہے؟ عورت کو بھگوان سب کچھ دے، روپ نہ دے، نہیں وہ کابلو (قابلو) میں نہیں رہتی۔ کوٹھیاں تو بنٹ گئی ہوں گی؟“

ہوتری نے آسمان کی طرف دیکھا اور گویا اس کی وسیع فضا میں اڑتا ہوا بولا: ”سب کچھ بنٹ گیا، چودھری! جن کو لڑکوں کی طرح پالا پوسا وہ اب برابر کے حصے دار ہیں۔ مگر بھائی کا حصہ کھانے کی نیت نہیں ہے۔ ادھر تم سے روپے ملیں گے ادھر دونوں بھائیوں کو بانٹ دوں گا۔ چار دن کی جندگانی (زندگانی) میں کیوں کسی سے چھل کپٹ کروں؟ میں کہہ دوں کہ میں روپے سینکڑے میں بیچے ہیں تو انھیں کیا پتہ چلے گا؟ تم ان سے کہتے تھوڑے ہی جاؤ گے؟ تمہیں تو میں نے برابر اپنا بھائی سمجھا ہے۔“

برتاؤ میں ہم بھائی کے معنی کا کتنا ہی بے جا استعمال کریں لیکن اس کے تصور میں جو پاکیزگی ہے وہ ہماری سیاہ دلی سے کبھی آلودہ نہیں ہو سکتی۔

ہوری نے درپردہ یہ تجویز پیش کر کے چودھری کے منہ کی طرف دیکھا کہ وہ منظور کرتا ہے یا نہیں۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسا چھوٹا عاجزانہ انداز تھا جو بھیک مانگتے وقت موٹے بھکاریوں کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ چودھری نے ہورے کا آسن پا کر چابک جمایا: ہمارا تمھارا پرانا بھائی چارہ ہے ہوتا، ایسی بات ہے بھلا۔ پر بات یہ ہے کہ آدمی ایمان بیچتا ہے تو کسی لالچ سے۔ میں روپے نہیں میں پندرہ ہندوں کا مگر جو میں روپے دام لو تو۔“

ہوری نے کھیا کر کہا: تم تو چودھری اندھیر کرتے ہو، میں روپے میں کہیں ایسے بانس ملتے ہیں؟“

”ایسے کیا، اس سے اچھے بانس آتے ہیں دس روپے میں، ہاں دس کو س اور کچھ چلے جاؤ۔ دام بانس کا نہیں ہے، سہر (شہر) کے پاس ہونے کا ہے۔ آدمی سوچتا ہے کہ جتنی دیر وہاں جانے میں لگے گی اتنی ہی دیر میں تو دو چار روپے کا کام ہو جائے گا۔“

سو داہٹ گیا۔ چودھری نے مرضانی اتار کر چھپر پر رکھ دی اور بانس کا سننے لگا۔

اچھ کی سچائی، ہور ہی تھی۔ سہرا کی عورت کیلوالے کر کنوئیں پر جارہی تھی، چودھری کو بانس کا سٹے دیکھ کر گھونگھٹ کے اندر سے بولی ”کون بانس کا ٹتا ہے یہاں؟ بانس نہ کیٹیں گے۔“

چودھری نے ہاتھ روک کر کہا "بائس مول لئے ہیں، پندرہ روپے سینکڑے کا بیجانہ ہوا ہے، سینت میں نہیں کاٹ رہے ہیں۔"

یہ عبارت اپنے گھر کی مالک تھی اسی کی خواہش سے یہ سہائیاں میں علیحدگی ہوئی تھی۔ دھینا کو شکست دے کر شیر ہو گئی تھی۔ ہیرا کبھی کبھی اس کی مرمت کر دیتا تھا۔ ابھی حال میں اتنا مارا تھا کہ وہ کئی دن تک کھاٹ سو نہ اٹھ سکی تھی۔ لیکن وہ اپنے اختیارات سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھی۔ ہیرا غصے میں اسے مارتا تھا مگر چلتا تھا اسی کے اشاروں پر۔ اس گھوڑے کی طرح جو کبھی کبھی مالک کو لات مار کر بھی اسی کی سواری میں چلتا ہے۔

کلیو اکی ٹو کری سر سے اتار کر بولی "پندرہ روپے میں ہمارے بائس نہ جائیں گے۔"

چودھری عورت ذات سے اس بارے میں بات چیت کرنا خلاف مصلحت سمجھتے تھے، بولے: "جا کر اپنے آدمی کو بھیج دے، جو کچھ کہنا ہو اگر کہیں۔"

عورت کام نام نہنی تھا۔ بچے دو ہی ہوتے تھے لیکن بدن ڈھل گیا تھا۔ بناؤ سنگار کے ذریعہ وقت کے ہاتھوں ہونے والی بربادی مگر گرسلی میں کھانے ہی کا ٹھکانا نہ تھا، سنگار کے لئے پیسے کہاں آتے اس مفلسی اور مجبوری نے اس کی فطرت کی تری کو جذب کر کے اسے سخت اور خشک بنا دیا تھا جس پر ایک مرتبہ تو پھاوڑا بھی پڑ کر اچٹ جاتا۔

وہ قریب جا کر چودھری کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

آدمی: "کیوں بھیج دوں؟ جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو نا! میں نے کہہ دیا کہ

میرے بانس نکیش گے۔“

چودھری ہاتھ چھڑاتا تھا اور پُنی بار بار پکڑ لیتی تھی۔ ایک منٹ تک یہی ہاتھ پائی ہوتی رہی، آخر چودھری نے اسے زور سے دھکیل دیا۔ پُنی دھکا کھا کر گر پڑی مگر پھر سنبھلی اور پاؤں سے تلی نکال کر چودھری کے سر، منہ، پیٹ، پر اندھا دھند جمانے لگی۔ بانس والا ہو کر اسے ڈھکیل دے۔ اس کی یہ جیڑتی مارتی جاتی تھی۔ چودھری اسے دھکا دے کر عورت سے طاقت آزمائی کر کے ٹھیس کھا چکا تھا۔ بس کھڑے کھڑے مار کھانے کے سوا اس مصیبت سے بچنے کا اس کے پاس اور کوئی علاج نہ تھا۔ پُنی کا رونا سن کر ہواری بھی دوڑا ہوا آیا۔ پُنی نے اُسے دیکھ کر اور زور سے چلانا شروع کیا۔ ہواری نے سمجھا کہ چودھری نے پُنی کو مارا ہے۔ خون نے جوش مارا اور وہ لگاٹھے کے ادبچے بند کو توڑتا ہوا سب کچھ اپنے اندر سمیٹ لینے کے لئے باہر ابل پڑا۔ چودھری کو زور سے ایک لات جما کر بولا: اب اپنا بھلا چاہتے ہو تو چودھری، یہاں سے چلے جاؤ، نہیں تمہاری لباس (لاش) اُٹھے گی۔ تم نے اپنے کو سمجھا کیا ہے؟ تمہاری اتنی مجال کہ میری بہو پر ہاتھ اٹھاؤ!“

چودھری قہقہے کھا کھا کر اپنی صفائی دینے لگا۔ تیلیوں کی چوٹ میں اس کا گنہگار دل خاموش تھا۔ یہ لات اُسے با! قصور ملی اور اس کے پھولے ہوئے گال آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ اس نے تو بہو کو چھو بھی نہیں کیا وہ اتنا گنوار ہے کہ وہ مہتو کے گھر کی عورت پر ہاتھ اٹھائے گا؟

ہواری نے بے اعتباری سے کہا: آنکھوں میں دھول مت جو نوکو

تم نے کچھ کہا نہیں تو بہو جھوٹ موٹ روتی ہے؟ روپے کی گری ہے

وہ نکال دی جاتے گی۔ الگ میں تو کیا ہوا، ہے تو ایک کھون (خون)
 کوئی ترجیحی آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکال لیں۔“
 پٹنی چند ہی بنی ہوئی تھی، گلا پھاڑ کر بولی ”تو نے مجھے دھکا دے کر
 گرا نہیں دیا، کھا جائے بیٹے کی سوگند!“

ہیرا کو بھی خبر ملی کہ چودھری اور پنیا میں جنگ ہو رہی ہے۔ چودھری
 نے پنیا کو دھکا دیا، پنیا نے اسے تیلیوں سے پیٹا۔ اس سنبھڑوہیں چھوڑا
 اور ادگی (بیلوں کا چابک) لئے واردات کے موقع کی طرف چلا۔ وہ گانوں
 میں اپنے غصے کے لئے مشہور تھا۔ چھوٹا قد، گٹھا ہوا بدن، آنکھیں کوڑی کی
 طرح بھل آئی تھیں اور گلے کی رگیں تن گئی تھیں۔ مگر اسے چودھری پر غصہ
 نہ تھا بلکہ غصہ تھا پنیا پر۔ وہ کیوں چودھری سے لڑی؟ کیوں اس کی
 عزت مٹی میں ملا دی؟ بانس والے سے جھگڑنے سے اسے کیا مطلب
 اسے جا کر ہیرا سے کل ماجرا بیان کر دینا چاہیے تھا، وہ جیسا مناسب
 سمجھتا، کرتا۔ وہ اس سے لڑنے کیوں گئی؟ اس کی ملتی تو وہ پنیا کو پرے
 میں رکھتا پنیا کسی بڑے سے منہ کھول کر باتیں کرے، یہ اسے ناگوار تھا
 وہ خود جتنا گرم مزاج تھا پنیا کو اتنا ہی زیادہ ٹھنڈا رکھنا چاہتا تھا جب
 بھیانے پندرہ روپے میں سودا کر لیا تو وہ بیچ میں کودنے والی کون تھی؟
 اس نے آتے ہی پنیا کا ہاتھ پکڑ لیا اور گھسیٹا ہوا الگے جا کر لگا
 لاتیں مارنے ”حرام جادی! تو ہماری ناک کٹانے پر لگی ہوئی ہے۔ تو چھوٹے
 چھوٹے آدمیوں سے لڑتی پھرتی ہے۔ کس کی بگڑی نیچی ہوتی ہے بتا!
 (ایک لات اور جما کر) ہم تو وہاں کلیو کی باٹ جوہ رہے ہیں تو یہاں لڑائی
 ٹھانے بیٹھی ہے۔ اتنی بھیمائی! آنکھ کا پانی ایسا گر گیا! کھود کر گاڑ دوں گا۔“

بہتی ہا۔ تے ہائے کرتی جاتی تھی۔ تیری مٹی اٹھے، تجھے مرگی آوے
دی مٹا تجھے لیل جاتیں، بھگوان کرے تو کوڑھی ہو جائے۔ ہاتھ پاؤں کٹ کٹ
کر گریں۔“

اور گالیاں تو ہیرا کھڑا کھڑا ستار ہا لیکن یہ پھپھی گالی اسے لگ گئی
ہیضہ وغیرہ میں کوئی خاص تکلیف نہ تھی، ادھر تیار پڑے ادھر چلے گئے مگر کوڑھ
یہ گھن کی موت اور اس سے بھی گھن کی زندگی! وہ تلملا اٹھا، دانت پڑتا ہوا
پھر پیٹ پر جھپٹا اور بال پکڑ کر اس کا سر زمین پر گرگڑتا ہوا بولا: ہاتھ پاؤں
کٹ کر گر جائیں گے تو میں پیچھے لے کر چاٹوں گا؟ تو ہی میرے بال بچوں کو
پالے گی؟ ایس، تو ہی اتنی بڑی گرستی چلائے گی؟ تو تو دوسرا بھتا (خاندنہ)
کر کے کنارے کھڑی ہو جائے گی۔“

چودھری کو پتیا کی اس درگت پر رحم آگیا۔ ہیرا کو سمجھانے لگا: ہیرا
مہتو اب جانے دو، ما بہت ہوا۔ کیا ہوا ہونے مجھے مارا میں تو چھوٹا نہیں
ہو گیا۔ دھینکا بھاگ! کہ بھگوان نے یہ دن تو دکھایا۔“

ہیرا نے چودھری کو ڈانٹا: تم چپ رہو چودھری، میرے گتے (غشو)
میں بڑ جاؤ گے تو بڑ ہو گا۔ عورت جات اسی طرح بہکتی ہے۔ آج کو تم سے بڑگئی
ہے، کل کو دوسروں سے لڑ جائے گی۔ تم بیلے مانس ہو، منس کر ڈال گئے۔
دوسرا تو برداس (برداشت) ہنکرے گا۔ کہیں اس نے بھی ہاتھ چلا دے
تو کتنی آبرورہ جائے گی، بتاؤ!۔“

اس خیال نے اس کے فہمے کو بھڑکایا۔ لپکا ہی تھا کہ ہوسری نے
دوڑ کر پکڑ لیا اور اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے بولا: ارے تو ہو گیا، دیکھ تو لیا
دینا نے کہ تم بڑے بہادر ہو، اب کیا اُسے پس کر پنی جاؤ گے؟“

ہیرا اب بھی بڑے بھائی کا ادب کرتا تھا۔ براہ راست نہ لڑتا تھا۔ چاہتا تو ایک جھٹکے میں اپنا ہاتھ پھیر لیتا مگر اتنی بے ادبی نہ کر سکا۔ چودھری کی طرف دیکھ کر بولا: "اب کیا کھڑے تاکتے ہو؟ جا کر اپنے بانس کاٹو! میں نے سہی کر دی پندرہ روپے میں طے ہے۔"

کہاں تو پنی بیٹی رو رہی ہے اور کہاں جھک کر اٹھی اور اپنا سر پیٹ کر بولی: "لگا دے گھر میں آگ، گھوڑے! مجھے کیا کرنا ہے؟ بھاگ پھوٹ گیا کہ تجھ جیسے کسائی (قصائی) کے پائے پڑی۔ لگا دے گھر میں آگ!" اس نے کیلو کی ٹوکری وہیں پھوڑ دی اور گھر کی طرف چلی۔ ہیرا گرجا۔ وہاں کہاں جاتی ہے چڑیل؟ چل کنوئیں پر، نہیں تو کنوئیں (خون) پی لوں گا۔"

پنیا کے پیر ختم گئے۔ وہ اس نالک کا دوسرا کھیل نہ کھیلنا چاہتی تھی، چپکے سے ٹوکری اٹھائی اور روتے ہوئے کنوئیں کی طرف چلی۔ ہیرا بھی پیچھے پیچھے چلا۔

ہوری نے کہا: "اب پھر مار پیٹ نہ کرنا، اس سے عورت بے سرم (بے شرم) ہو جاتی ہے۔"

دھیتانے دروازے پر آکر بانک لگائی: "تم ہاں کھڑے کھڑے کیا تماشا (تماشا) دیکھ رہے ہو؟ کوئی تمھاری سنتا بھی ہے کہ یوں ہی بیٹھا (سبق) دے رہے ہو؟ اس دن اسی بھونے تمھیں گھونگھٹ کی آڑ سے داڑھی جا رہی تھی، بھول گئے؟ بہرہ ہو کر پرانے مردوں سے لڑے گی تو ڈانٹ جائے گی؟"

ہوری دروازے پر آکر ٹکھٹ پن کے ساتھ بولا: "اور جو"

میں اسی طرح تجھے ماروں، تو؟“
 ”کیا کبھی مارا نہیں جو مارنے کی سادھ بنی ہوئی ہے؟“
 ”اتنی بے دردی سے مارتا تو تو گھر چھوڑ کر بھاگ جاتی۔ پتیا بڑی
 لگھور (غور) ہے۔“

”ادھو، ایسے ہی بڑے درد دالے ہو تم! ابھی تک مار کا داگ
 (داغ) بنا ہوا ہے۔ پیرا مارتا ہے تو دلار تا بھی ہے، تم نے تو مارنا ہی سیکھا
 ہے، دلار کرنا سیکھا ہی نہیں۔ میں ہی ایسی ہوں کہ تمہارے ساتھ
 بنا ہوا۔“

اچار ہنسنے لے، بہت اپنا کھان نہ کر! تو ہی روٹھ روٹھ کر میکے
 بھاگتی تھی جب مہینوں منوں کی کرتا تھا تب کہیں جا کر آتی تھی۔“
 جب اپنی گرج (غرض) سنا تھی تب منانے جلتے تھے،
 لالا! میرے دلارے نہیں جاتے تھے۔“

”اسی سے تو میں سب سے تیرا کھان کرتا ہوں۔“
 ”ازدواجی زندگی کی صبح میں تمنا اپنے گلابی نشے کے ساتھ طلوع
 ہوتی ہے اور دل کے آسمان کو پورے طور پر اپنی سنہری کرنوں سے
 رنگ دیتی ہے۔ پھر دوپہر کی تپش کا وقت آتا ہے، دمدم بگولے اٹھتے
 ہیں اور زمین کا اپنے لگتی ہے۔ تمنا کا سنہرا پردہ ہٹ جاتا ہے اور
 اصلیت اپنی عریانی میں آگے آکھڑی ہوتی ہے، اس کے بعد آرام دہ شام
 آتی ہے سرد اور سکون افزا، جب ہم تھکے ہوئے مسافروں کی طرح دن
 بھر کی مسافت کا حال کہتے اور سنتے ہیں، بے غرضانہ انداز سے، گویا ہم
 کسی اونچی چوٹی پر جا بیٹھے ہیں جہاں نیچے کا شور و غل ہم تک نہیں

پہنچتا۔

دھینا نے تنگ کر کہا : چلو چلو ، بڑے کبھان کرنے والے ! جرو
(ذرا) سا کوئی کام بگڑ جانے تو گردن پر سوار ہو جاتے ہو ۔
ہو رہی نے میٹھے او لہنے کے ساتھ کہا : لے اب یہی تیرا اینا لے
بچھے اچھا نہیں لگتا ، دھینا بھولا سے پوچھ کہ میں نے اس سے تیرے باپے
میں کیا کہا تھا ؟

دھینا نے بات بدل کر کہا : ” دیکھو گو تر گائے لے کر آتا ہے کہ
کھالی (خالی) ہاتھ ۔“

” بھولا اچھا آدمی ہے ، پر لڑکے بڑے کپوت ہیں ۔ مجھے تو ڈر
لگ رہا ہے کہ کہیں سبوں نے گول مال نہ کر دیا ہو ۔“
چودھری پسینے میں ڈوبا ہوا آکر بولا : مہتو ، چل کر بانس گن لو ۔
کل ٹھیلہ لاکر اٹھالے جاؤں گا ۔“

ہو رہی نے بانس گننے کی کوئی ضرورت نہ سمجھی ، چودھری ایسا
آدمی نہیں ہے ، پھر ایک آدھ بانس اور کاٹ ہی لے گا تو کیا ؟ روج
(روز) ہی تو منگنی میں بانس کٹتے رہتے ہیں ۔ بیاہوں میں تو ماندو بنانے
کے لئے لوگ بیسوں بانس کاٹ لے جاتے ہیں ۔“

چودھری نے ساڑھے سات روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ
دئے ۔ ہو رہی نے گن کر کہا : اور نکالو ، حساب سو ڈھائی اور ہوتے ہیں ۔“
چودھری نے رکھائی سے کہا : پندرہ روپے میں ملے ہوئے ہیں
کہ نہیں ؟

” پندرہ روپے میں نہیں ، بیس روپے میں ۔“

”ہیرا ہوتو نے تو تمھارے سامنے پندرہ روپے کہے تھے کہو تو بلا
لاؤں۔“

”ٹپے تو میں ہی روپے میں ہونے تھے چودھری اب تمھاری جیت
ہے، جو چاہو کہو۔ ڈھائی روپے ہوتے ہیں، تم دو ہی دے دو۔“
مگر چودھری کچی گولیاں نہ کھلا تھا۔ اب اسے کس کا ڈر؟ ہو رہی
کے منہ میں تو تالا پڑا ہوا تھا۔ کیا کہے، ماٹھا ٹھونک کر رہ گیا۔ بس اتنا بولا
یہ اچھی بات نہیں ہے چودھری، دو روپے دبا کر راجا نہ ہو جاؤ گے۔“
چودھری تند لہجے میں بولا: اور تم کیا بھائیوں کے تھوڑے سے
پیسے دبا کر راجا ہو جاؤ گے؟ ڈھائی روپے پر اپنا ایمان بگاڑ رہے تھے
اس پر مجھے اُپدیش دینے چلے ہو۔ ابھی پردہ کھول دوں تو سر نیچا
ہو جائے۔“

ہو رہی پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ چودھری تو روپے سامنے
زمین پر رکھ کر چلتا بنا مگر وہ نیم کے پیچھے بیٹھا بڑی دیر تک کھپتا رہا۔ وہ
کتنا لالچی اور مصلیٰ ہے، اس کا اُسے آج پتہ چلا۔ چودھری نے ڈھائی
روپے دیدیتے ہوتے تو اُسے کتنی خوشی ہوتی۔ اپنی چالاکی کو سراہتا کہ بیٹھے
بٹھائے ڈھائی روپے مل گئے۔ ٹھوکر کھا کر ہی تو ہم ہوشیاری کے
ساتھ قدم اٹھانا سیکھتے ہیں۔

دھنیا اندر چلی گئی، باہر آئی تو روپے زمین پر پڑے دیکھے۔
گن کر بولی: ”اور روپے کیا ہوتے؟ دس نہ چاہیے؟“
ہو رہی نے لمبا منہ بنا کر کہا: ”ہیرا نے پندرہ روپے میں
دے دیئے تو میں کیا کرتا؟“

”میرا پانچ روپے میں دیدے، ہم نہیں دیتے ان دامنوں“

”وہاں مار پیٹ ہو رہی تھی، بیچ میں کیا بولتا؟“

ہو رہی نے اپنی ہار اپنے دل میں رکھ لی، جیسے کوئی چوری سے
آم توڑنے کے لئے پیڑ پر چڑھے اور گر پڑنے پر دھول جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا
ہو کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے جیت کر آپ اپنی دغا بازیوں کی ڈینگ مار سکتے
ہیں، جیت میں سب کچھ معاف ہے، مگر ہار کی شرم تو پی جانے
ہی کی چیز ہے۔

دھینا شوہر کو طعنے دینے لگی۔ ایسے مہارک موقع اُسے بہت کم
ملتے تھے۔ ہو رہی اس سے چالاک تھا مگر آج بازی دھینا کے ہاتھ تھی۔
ہاتھ مٹکا کر بولی ”کیوں نہ ہو، بھائی نے پندرہ روپے کہہ دیئے تو تم
کیسے ٹوکتے؟ ارے رام رام! لاڈلے بھائی کا دل چھوٹا ہو جاتا کہ نہیں۔
پھر حیب اتنا بڑا ازبک ہو رہا تھا کہ لاڈلی بہو کے گلے پر پھری چل رہی
تھی تو تم بھلا کیسے بولتے؟ اس بکھت (وقت) کوئی تمہارا سر بس
(سب کچھ) لوٹ لیتا تو بھی تمہیں سُدھ نہ ہوتی۔“

ہو رہی چپ چاپ سننا رہا۔ جھٹلا ہٹ ہوئی، افسہ آیا، خون
کھولا، آنکھیں جلیں، دانت پیسے، مگر کچھ لولا نہیں چپکے سے کدال
لی اور کھیت گھوڑے چلا۔

دھینا نے کدال چھین کر کہا: ”کیا ابھی سیرا ہی کیا، جو اوکھ گھوڑے
چلے؟ سورج دیوتا سر بر آگئے، نہانے دھونے جاؤ، روٹی تیار ہے۔“

ہو رہی نے جھنجھٹا کر کہا: ”مجھے بھوک نہیں ہے۔“

دھینا نے جلی پر نم چھڑکا: ”وہاں کا ہے کو بھوک لگے گی؟ بھائی

نے بڑے بڑے لڈو کھلا دیئے ہیں نا! بھگوان ایسے سپوت بھائی سب کو دیں۔“

ہوری بگڑا، ”تو آج مار کھانے پر لگی ہوئی ہے۔“
دھینا نے نقلی عاجزی دکھا کر کہا: ”کیا کروں، تم دلا ہی اتا کرتے ہو کہ میرا سر پھر گیا ہے۔“
تو گھر میں رہنے دے گی کہ نہیں؟“

گھر تمھارا، مالک تم، میں بھلا کون ہوتی ہوں تمھیں گھر سے نکلنے والی؟“

ہوری آج دھینا سے کسی طرح پیش نہیں پاسکتا، اس کی عقل جیسے کند ہو گئی ہے۔ ان طنز کے تیروں کو روکنے کے لئے اس کے پاس کوئی ڈھال نہیں ہے۔ آہستہ سے کدال رکھ دی۔ اور انگو چھالے کر ہنانے چلا گیا۔ لوٹا کوئی آدھ گھنٹے میں، مگر گوبر ابھی تک نہ آیا تھا، اکیلے کیسے کھانا کھائے؟ لونڈا دہاں جا کر سو رہا۔ بھولا کی وہ چچل چھو کری نہیں ہے جھینا اسی کے ساتھ ہنسی دل لگی کر رہا ہوگا۔ کل بھی تو اس کے پیچھے لگا ہوا تھا نہیں گلے دی تو لوٹ کیوں نہ آیا؟ کیا دہاں دھرنے لگا؟

دھینا نے کہا: اب کھرٹے کیا ہو؟ گوبر سانجھ کو آدے لگا۔“

ہوری نے اور کچھ نہ کہا کہ کہیں دھینا پھر نہ کچھ کہہ بیٹھے۔ کھانا

کھا کر نیم کے سایہ میں سو رہا۔

ردپا روتی ہوئی آئی تنگے بدن، ایک لنگوٹی لگائے۔ جھجڑے بال ادھر ادھر بکھرے ہوئے، ہوری کے سینے پر لوٹ گئی، اس کی بڑی بہن سونا کہتی ہے۔ ”گائے آئے گی تو اس کا گوبر میں پاتھوں گی۔“ ردپا یہ نہیں

برداشت کر سکتی۔ سونا ایسی کہاں کی بڑی رانی ہے کہ سارا گوبر آپ ہاتھ ڈالے
روپا اس سے کس بات میں کم ہے؟ سونا روٹی پکاتی ہے تو کیا روپا برتن نہیں
مانجی؟ سونا پانی لاتی ہے تو کیا روپا کنویں پر رسی نہیں لے جاتی؟ سونا ٹوکھا
بھر کر اٹھلاتی چلی آتی ہے، رسی سمیٹ کر روپا ہی لاتی ہے۔ گوبر دونوں
ساتھ پاتھتی ہیں۔ سونا کھیت گھڑنے جاتی ہے تو کیا روپا بکری چرانے نہیں
جاتی؟ پھر سونا اکیلے گوبر کیوں پاتھے گی؟ یہ ایناے روٹھیکے ہے؟

ہوری نے اس کے بھوے پن پر ریجھ کر کہا "نہیں گائے کا گوبر
تو پاتھنا، سونا گائے کے پاس جائے تو بھگا دینا۔"

روپا نے باپ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا "دودھ بھی میں ہی
دوہوں گی۔"

"ہاں ہاں تو نہ دوہے گی تو کون دوہے گا؟"

"وہ میری گائے ہوگی۔"

"ہاں سوہوں آنے تیری!"

نوپا خوش ہو کر اپنی جیت کا مبارک ماجرا ہاری ہوئی سونا کو سنانے
چلی گئی۔ گائے میری ہوگی۔ اس کا دودھ میں دوہوں گی، اس کا گوبر میں
پاتھوں گی، تجھے کچھ نہ ملے گا۔"

سونا سن میں نوعمر، جسم میں جوان اور عقل میں بچی بنی، گویا اس کا
شباب اسے آگے کھینچتا تھا اور طفلی پیچھے لے جاتی تھی۔ کچھ باتوں میں
اتنی ہوشیار کہ نوجوان گریجویٹ عورتوں کو پڑھائے اور کچھ باتوں میں
اتنی لہوڑ کہ بچوں سے بھی پیچھے۔ لمبا، روکھا مگر خوش چہرہ، ٹھنڈی پیچھے
کو کھینچتی ہوئی، آنکھوں میں ایک قسم کی آزادگی، نہ بالوں میں تیل، نہ آنکھوں

میں کا جل، نہ بدن پر کوئی گہنا، جیسے گرسٹی کے بوجھ نے شباب کو دبا کر باؤتا
 بنا دیا ہو۔ سر کو ایک جھٹکا دسے کر بونی: جا تو گر برپا تھ، جب تو دردِ دہم دودھ کر
 رکھے گی تو میں پلی جاؤں گی۔“

”میں دودھ کی بانڈی تالیے میں بند کر کے رکھوں گی۔“

”میں تالا توڑ کر دودھ نکال لوں گی۔“

یہ کہتی ہوئی وہ باغ کی طرف چل دی۔ آم گدرا گئے تھے۔ ہوا کے
 جھونکوں سے ایک آدھ زمین پر گر پڑتے تھے، ٹوکے مارے ہوئے پچکے
 اور پیلے۔ لیکن بچے ٹپکا تھ کر باغ میں منڈلایا کرتے تھے۔ روپا بھی بہن
 کے پیچھے ہوئی جو کام سونا کرے وہ روپا ضرور کرے گی۔ سونا کے بیاہ
 کی بات چیت ہو رہی تھی۔ روپا کے بیاہ کا کوئی چرچا نہیں کرتا، اس کو
 وہ خود اپنے بیاہ کے لئے ضد کرتی ہے۔ اس کا دولہا کیسا ہوگا۔ اور وہ
 کیا لائے گا، اسے کیسے رکھے گا، اسے کیا کھلائے گا، کیا پہنائے گا
 اس کا وہ بڑا مفصل بیان کرتی ہے سنکر شاید کوئی لڑکا اس سے بیاہ
 کرنے پر راضی نہ ہوتا۔

شام ہو رہی تھی۔ ہوری ایسا لایا کہ گورنر نے نہ جاسکا۔ بیلوں
 کو ناند میں لگایا۔ بھوسہ کھلی دی، اور ایک چلم بھر کر پینے لگا۔ اس فصل میں
 سب کچھ کھلیان میں تول دینے پر بھی ابھی اس پر کوئی تین سو کا قرض تھا
 جس پر کوئی سو روپے سود کے بڑھتے جاتے تھے۔ منگر و شاہ سے آج پانچ
 برس ہوئے کہ بیل کے لئے ساٹھ روپے لئے تھے۔ پورے ساٹھ روپے
 چکا تھا مگر ساٹھ کر ساٹھ بنے ہوئے تھے۔ داتا دین پنڈت سے تیس روپے
 لے کر آلو بونے تھے، آلو تو جو رکھو دے گئے اور اس میں کے ان تین برسوں

میں ہو گئے تھے۔ دلاڑی بیوہ سیٹھانی تھی جو گانوں میں نمک، تیل، تمباکو کی دوکان رکھے ہوئے تھی۔ بٹوارے کے وقت اس سے چالیس روپے لے کر بھائیوں کو دینا پڑا تھا۔ اس کے بھی تقریباً سو روپے ہو گئے تھے کیونکہ ایک آنہ فی روپیہ سود تھا۔ لگان ہی کے ابھی کچیس روپے باقی پڑے ہوئے تھے اور دسہرہ کے دن شگون کے روپیوں کا بھی کوئی بندوبست کرنا تھا۔ بانوں کے روپے بڑے موقع سے مل گئے۔ شگون کا مسئلہ حل ہو جاؤ گا لیکن کون جانے؟ یہاں تو ایک دھیلا بھی ہاتھ میں آجائے تو گانوں میں اس شور مچ جاتا ہے اور لینے والے چاروں طرف سے نوچنے لگتے ہیں۔ یہ پانچ روپے تو وہ شگون میں دے گا، چاہے کچھ ہو جائے، مگر ابھی زندگی کے بڑے بڑے کام تو سر پر سوار ہیں، گوہر اور سونا کا بیاد بہت ہاتھ روکنے پر بھی تین سو سے کم نہ اٹھیں گے۔ یہ تین سو کس کے گھر سے آئیں گے؟ کتنا چاہتا ہے کہ کسی سے ایک پیسہ ادھار نہ لے اور جس کا آتا ہے اس کی پانی پانی چکا دے مگر ہر طرح کی تکلیف اٹھانے پر بھی گلا نہیں چھوٹتا۔ اسی طرح سود بڑھتا جائے گا۔ اور ایک دن اس کا سب گھر بار بیلام ہو جائے گا، تو اس کے بال بچے بے سہارا ہو جائیں گے۔ مانگتے پھر رہیں گے۔ ہوری جب کلام دھندلے سے چھٹی پا کر چلے پیسے لگتا ہے تو یہ فکر ایک سیاہ دیوار کی طرح اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی تھی جس میں سے نکل جانے کی اسے کوئی راہ نہ سوجھتی تھی۔ اگر دھیرج تھا تو یہی کہ یہ بتاتا تھا اس کے سر نہ تھی، بلکہ عموماً کسی کسانوں کا ہی حال تھا۔ بہتوں کی حالت تو اس سے بھی بدتر تھی۔ سو بھاد اور ہیرا کو بدر ہونے ابھی کل تین سال ہوئے تھے مگر دونوں پر چار چار سو کا بار ہو گیا تھا

جینیگر دوہل کی کھیتی کرتا ہے، اس پر ایک ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ جیادُن
مہتو کے گھر بھکاری بھیک بھی نہیں پاتا مگر قرصے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یہاں
بچا کون ہے؟

ایک ایک سونا اور روپا دونوں دوڑی ہوئی آئیں اور ایک ساتھ بولیں
بھیا گلے لارہے ہیں۔ آگے آگے گلے ہر پیچھے پیچھے بھیا ہیں۔
پہلے روپا نے گوہر کو آتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ خبر سننے کی سرخروئی
اسے طنی چاہیے تھی۔ سونا برابر کی ساجھے دار ہوئی جاتی ہے، یہ اس سے
کیسے سہا جاتلے؟

اس نے آگے بڑھ کر کہا: پہلے میں نے دیکھا تھا بتی دوڑی۔
بہن نے تو پیچھے سے دیکھا۔

سونا اس دعویٰ کو تسلیم نہ کر سکی بولی: تو نے بھیا کو کہاں پہچانا
تو تو کہتی تھی کہ کوئی گائے بھاگی آ رہی ہے۔ میں نے ہی کہا تھا کہ بھیا
ہیں۔

دونوں پھر باغ کی طرف دوڑیں، گائے کا خیر مقدم کرنے
کے لئے۔

دھنیا اور ہوری دونوں گلے باندھنے کی تدبیر کرنے لگے۔
ہوری بولا: چلو جلدی سے نانہ گاڑ دیں۔

دھنیا کے چہرے پر شباب چمک اٹھا تھا، بولی: بہن، پہلے
تھالی میں تھوڑا آٹا اور گڑ گھول کر رکھ دیں۔ بچاری دھوپ میں چلی ہوگی،
سیاسی ہوگی۔ تم جا کر نانہ گاڑو میں گھولتی ہوں۔

”کہیں ایک گھنٹی پڑی تھی، آسے ڈھونڈ لے۔ گانے کے گلے